چہل حدیث قدسی

(حصہ دوئم)

مؤلف

مفتی عتیق الرحمٰن (شہید)

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
☆ حدیث قدسی نمبر۲۱	۳
☆ حدیث قدسی نمبر۲۲	۵
☆ حدیث قدسی نمبر۲۳	۷
☆ حدیث قدسی نمبر۲۴	۸
☆ حدیث قدسی نمبر۲۵	۱۰
☆ حدیث قدسی نمبر۲۶	۱۳
☆ حدیث قدسی نمبر۲۷	۱۶
☆ حدیث قدسی نمبر۲۸	۱۹
☆ حدیث قدسی نمبر۲۹	۲۱
☆ حدیث قدسی نمبر۳۰	۲۳
☆ حدیث قدسی نمبر۳۱	۲۵
☆ حدیث قدسی نمبر۳۲	۲۷
☆ حدیث قدسی نمبر۳۳	۲۹
☆ حدیث قدسی نمبر۳۴	۳۱
☆ حدیث قدسی نمبر۳۵	۳۳
☆ حدیث قدسی نمبر۳۶	۳۵
☆ حدیث قدسی نمبر۳۷	۴۰
☆ حدیث قدسی نمبر۳۸	۴۱
☆ حدیث قدسی نمبر۳۹	۴۳
☆ حدیث قدسی نمبر۴۰	۴۴
☆ مختصر چہل حدیث	۴۶

حدیث نمبر۲۱

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ،عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ:

” قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ :ثَلاَثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ :رَجُلٌ أَعْطَیٰ بِي ثُمَّ غَدَرَ (١) ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِیْرًا فَاسْتَوْفیٰ مِنْهُ وَلَمْ یُعْطِهِ أَجْرَهُ“.

رواه البخاري (وكذلك ابن ماجة وأحمد)

(١) أی اعطی عهداً باللّٰه ثم نقضه۔

☆☆☆

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تین افراد کے خلاف قیامت کے دن میں خود مدعی بنوں گا۔

(۱) جس شخص نے میرے نام پر معاہدہ کر کے توڑ دیا۔

(۲) جس شخص نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کھایا۔

(۳) جس شخص نے کسی مزدور سے مزدوری کرائی اور اس سے خوب کام لیا پھر اس کی اجرت ادا نہ کی۔ (بخاری، ابن ماجہ، احمد)

تشریح: بہت سخت وعید ہے اس حدیث شریف میں۔ جن بد بختوں کے خلاف خود اللہ تعالیٰ مقدمہ دائر کرائیں گے ان کی ہلاکت میں کیا تردد ہوسکتا ہے؟

(۱) کسی معاہدہ کرنے کے بعد اسے پایہ تکمیل تک پہنچانا قانونی طور پر ہی نہیں بلکہ اخلاقی طور پر بھی لازمی ہوجاتا ہے اور کتنا ہی کوئی اخلاق باختہ کیوں نہ ہو عہد شکنی کی حوصلہ افزائی یا اس کے جواز کا قائل کبھی نہیں ہوسکتا۔ پھر اس میں جب اللہ کا نام بھی شامل ہوجائے تو اس کا تقدس اور دو بالا ہوجاتا ہے۔ اللہ کا نام دراصل معاہدہ کے لئے بطور ضامن استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی

معاہدہ شکنی کرنے والا گویا اللہ کی ضمانت کو ٹھکراتا ہے۔ایسے شخص کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے اور جتنا سخت عذاب ہو یہ اس کا سزاوار ہے۔

(۲) کسی آزاد انسان کی آزادی سلب کر لینا اور پھر اسے کسب معاش کا ذریعہ بنالینا انتہائی مکروہ اور گھناؤنا فعل ہے ۔ اسلام اس نازیبا حرکت کی کسی صورت میں حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ایسے شخص کے مدمقابل بھی قیامت کے دن حق سبحانہ وتعالیٰ خود ہوں گے۔

(۳) جب کسی شخص سے محنت مشقت کرائی گئی ہے تو اس کی محنت کا معاوضہ اور اجرت اس کا حق بنتا ہے اور اسلام کسی کی حق تلفی کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اسلامی تعلیمات تو یہ ہیں کہ مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری ادا کردی جائے اور اگر کوئی آجر کسی اجیر کی حق تلفی کرتا ہے وہ دنیا میں اگرچہ اپنے اثر ورسوخ یا وکیلوں کی بھاری فیس اور ججوں کو منہ مانگی رشوتیں دے کر اپنے حق میں فیصلہ کروالیتا ہے اور مزدور کی قانون سے ناواقفیت یا قلت وسائل سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے اس کے جائز حق سے محروم کردیتا ہے مگر ایسا شخص روز قیامت اپنے وسائل اور سفارشوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔اس کے مقابلہ پر اللہ تعالیٰ بذات خود ہوں گے اور اس کا مقدر ہلاکت کے سوا کچھ اور نہیں ہوگا۔لہٰذا مزدور کی مزدوری ادا کرنے میں لیت ولعل سے کام نہیں لینا چاہیئے اور اس میں کسی قسم کی کمی سے گریز کرنا چاہیئے۔

حدیث نمبر۲۲

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : ”لاَ یَحْقِرُ أَحَدُکُمْ نَفْسَہٗ ، قَالُوْا : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ، کَیْفَ یَحْقِرُ أَحَدُنَا نَفْسَہٗ ؟ قَالَ : یَرٰی أَمْرَ اللّٰہِ عَلَیْہِ فِیْہِ مَقَالٌ ، ثُمَّ لاَ یَقُوْلُ فِیْہِ ، فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ لَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ :مَا مَنَعَکَ أَنْ تَقُوْلَ فِي کَذَا وَکَذَا ؟ فَیَقُوْلُ : خَشْیَۃُ النَّاسِ ، فَیَقُوْلُ : فَإِیَّايَ کُنْتُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشٰی“.

رواہ ابن ماجۃ بسند صحیح (۱)

(۱) انظر ابن ماجۃ : حدیث ۴۰۰۸

☆☆☆

ترجمہ: حضرت ابوسعید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھے۔صحابہ کرام نے عرض کی، یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو حقیر کیسے سمجھے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ کا کوئی حکم ٹوٹتا ہوا دیکھے اور اس میں کچھ کہہ سکتا ہو مگر اس کے باوجود کچھ نہ بولے۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے فرمائیں گے:”فلاں معاملہ میں کچھ کہنے سے تمہیں کس چیز نے روکا تھا؟“ وہ کہے گا کہ ”لوگوں کے خوف نے“۔اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:”میں زیادہ حقدار تھا کہ تم مجھ سے ڈرتے“۔ (ابن ماجہ)

تشریح: جب اللہ کی نافرمانی ہورہی ہو اور اس کے احکام سے روگردانی ہورہی ہو تو ایسے موقع پر ہر مسلمان کو اسے روکنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے اور اپنا کردار ادا کرنے سے پہلو تہی نہیں کرنی چاہئے ۔اگر ایسے موقع پر ہمارے ایک دو جملے کسی کی عاقبت سنوار دیں تو اس میں ہمارا کیا نقصان ہے اور اگر وہ شخص اپنی حرکت سے باز نہ آئے تب بھی ہمارا اجر تو اللہ کے یہاں

محفوظ ہو جائے گا۔ یہ سمجھ کر کہ میں لوگوں کی نگاہ میں برا بن جاؤں گا، انتہا پسند یا کٹر مذہبی کہلاؤں گا، اپنے آپ کو غیر جانبدار اور معتدل مزاج ثابت کرنے کے لئے منکرات وفواحش کو برداشت کر لینا یا یہ سمجھنا کہ میرے کہنے سے کیا ہوگا؟ دراصل اپنے آپ کو حقیر سمجھنا ہے۔ حالانکہ جو شخص اللہ کی بات کرتا ہے اس کے ساتھ اللہ کی مدد ونصرت اور تائید غیبی ہوا کرتی ہے۔ جس کے ساتھ کائنات کی سب سے بڑی طاقت ہو وہ حقیر یا کمزور نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے آپ ہمت کر کے دیکھیں، قدم آگے بڑھائیں، معاشرہ کا ہر فرد اگر اپنا کردار ادا کرنے کے لئے تیار ہو جائے تو منکرات وفواحش کے سیلاب کے آگے بند باندھنا کوئی مشکل نہ رہے۔ اور اگر دنیا میں بظاہر کامیابی نظر نہ آئے تو آخرت کا ثواب تو مل کر رہے گا بصورت دیگر وہاں کے حساب وکتاب اور گرفت سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم میرے مقابلہ میں بندوں سے ڈر گئے یعنی تم نے مجھے بندوں سے بھی کمتر تصور کیا؟ تمہیں مجھ سے خوف کرنا چاہیئے تھا اور میرے احکام کو بے حرمتی اور توہین سے بچانے کے لئے اپنی عزت کو داؤ پر لگا دینا چاہیئے تھا۔

حدیث نمبر ۲۳

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :
"اِنَّ اللّٰہَ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ : أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلاَلِي ؟ اَلْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لاَ ظِلَّ اِلَّا ظِلِّي".

رواه البخاري (وكذلك مالك)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:
"اللہ تعالیٰ قیامت کے روزفرمائیں گے:میری عظمت کی بناء پر باہمی طور پرمحبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جبکہ میرے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہے!" (بخاری۔مالک)

تشریح: (۱) محض رضاء الٰہی اور عظمت خداوندی کو مدنظر رکھتے ہوئے باہمی طور پر محبت کرنے والوں کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے کہ قیامت کے دن جبکہ سورج سوا نیزے پر ہوگا، گرمی کے مارے ہر شخص پسینہ میں شرابور ہوگا، کسی قسم کا سایہ نہ سائبان ہوگا ایسے وقت میں اللہ رب العزت اپنے سایہ میں جگہ نصیب فرمائیں گے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے سایہ کا مطلب یہ ہے کہ حساب کتاب مکمل ہونے اور جنت میں داخلہ کا فیصلہ ہونے تک گرمی کی شدت اور حرارت کی تپش سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائیں گے۔

(۳) باقاعدہ اعلان کرکے ان لوگوں کو بلا کر ان کی مزید حوصلہ افزائی اور لوگوں کے سامنے اکرام کا اظہار ہوگا کہ انہیں عدالت خداوندی میں ملزموں کی طرح نہیں بلکہ مکمل سرکاری پروٹوکول دے کر مہمانوں کی باعزت طریقہ سے بٹھایا جائے گا۔

حدیث نمبر ۲۴

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :
”اِنَّ اللّٰہَ اِذَا أَحَبَّ عَبْداً دَعَا جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ ، فَقَالَ : اِنِّي أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ. قَالَ : فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ ، ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ فَيَقُوْلُ : اِنَّ اللّٰہَ يُحِبُّ فُلاَ نًا فَأَحِبُّوْهُ ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ، قَالَ: ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْأَرْضِ ، وَاِذَا أَبْغَضَ اللّٰہُ عَبْداً ، دَعَا جِبْرِيْلَ، فَيَقُوْلُ: اِنِّي أُبْغِضُ فُلاَ نًا فَأَبْغِضْهُ ، فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيْلُ ، ثُمَّ يُنَادِي فِي أَهْلِ السَّمَاءِ : اِنَّ اللّٰہَ يُبْغِضُ فُلَانًا ، فَأَبْغِضُوْهُ ، قَالَ :فَيُبْغِضُوْنَهُ ، ثُمَّ تُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ“.

رواه مسلم (وكذلك البخاري ومالك والترمذي)

ترجمہ: حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
”اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر ان سے کہتے ہیں کہ میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبرائیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر وہ آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتے ہیں تم لوگ بھی اس سے محبت کرو چنانچہ تمام آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اس کی مقبولیت زمین میں پیدا کر دی جاتی ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بغض رکھتے ہیں تو جبرائیل کو بلا کر کہتے ہیں کہ میں فلاں شخص سے بغض رکھتا ہوں تم بھی اس سے بغض رکھو۔ تو جبرائیل بھی اس سے بغض رکھنے لگتے ہیں پھر وہ آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے بغض رکھتے ہیں تم لوگ بھی اس سے بغض رکھو۔ آپ نے فرمایا کہ پھر وہ (آسمان والے) لوگ اس سے بغض رکھنے لگتے ہیں پھر پوری سرزمین میں اس کے لئے بغض پھیلا دیا جاتا ہے۔ (بخاری، مسلم، مالک، ترمذی)

تشریح: (۱) بندے کو اپنے ہر عمل رضاء الٰہی کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ رب راضی تے جگ راضی۔

اگر رضاء الٰہی نصیب ہوگئی تو ساری کائنات کی خوشیاں سمٹ کر آپ کے قدموں میں آجائیں گی اور اگر اللہ ناراض ہو گئے تو ساری کائنات کی رضا مندی اور خوشیاں کسی کام نہیں آئیں گی ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ کے نام خط لکھا۔ جس میں تحریر فرمایا کہ اللہ کو راضی کرنے میں اگر لوگ ناراض ہو گئے تو کوئی بات نہیں۔ لوگوں کے دل اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں وہ راضی ہو کر لوگوں کو بھی تم سے راضی کر دیں گے اور اگر تم نے لوگوں کو راضی اور خوش کرنے کی فکر میں اللہ کو ناراض کر لیا تو لوگ کسی اور بات پر ناراض ہو جائیں گے اور اللہ تو پہلے ہی ناراض ہو چکے۔ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

لہٰذا اللہ کو خوش کرنے کی فکر کرنی چاہیے اور اللہ کو ناراض کرنے والی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(۲) لوگوں کی پسند ناپسند اللہ کے یہاں مقبولیت کی دلیل نہیں بن سکتی۔ البتہ اللہ کی پسند ناپسند کائنات میں مقبولیت یا عدم مقبولیت کا ذریعہ ضرور بن جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۲۵

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :
”اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ ، قَالَ: مَنْ عَادَىٰ لِي وَلِيّاً فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ ، وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِي بِشَيءٍ أَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ .وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بَالنَّوَافِلِ حَتّٰی أُحِبَّهُ ، فَاِذَا أَحْبَبْتُهُ ، كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ ، وَبَصَرُهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ ، وَيَدُهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا ، وَاِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ ، وَمَاتَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ يَكْرَهُ الْمَوْتَ، وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاَلَتَهُ“.

رواه البخاري

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
”اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا! جس نے میرے کسی بھی ولی کو تکلیف پہنچائی تو میں اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔اور میرے بندے کے پاس میرا قرب حاصل کرنے کے لئے فرائض سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے اور میرا بندہ (فرائض کی پابندی کے ساتھ ساتھ) نوافل سے بھی میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔یہاں تک کہ میں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو میں اسے ضرور پناہ عطا کرتا ہوں اور کسی بھی کام کو انجام دیتے وقت مجھے ایسی ہچکچاہٹ (تردد) کبھی نہیں ہوتی جیسی کہ اپنے ایمان والے بندہ کی روح قبض کرتے وقت ہوتی ہے کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کی ناپسندیدگی نہیں چاہتا۔“ (بخاری)

تشریح: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں! اللّٰہ ولی الذین آمنوا یعنی اللہ تعالیٰ ایما

ن والوں کے ولی (دوست اور سرپرست) ہیں اور دوسری جگہ پر ارشاد ہے!وھو یتو لی الصالحین یعنی''وہ (اللہ تعالیٰ) صالح اور نیک لوگوں سے دوستی رکھتا ہے۔''اس سے معلوم ہوا کہ ہرنیکوکار مومن اللہ کا ولی ہے۔اور حدیث شریف میں''ولیاً''کا نکرہ ہونا بھی اس طرف مشیر ہے۔اسے جوستائے گا اللہ تعالیٰ اس سے براہ راست بدلہ لے گا اور اس شخص سے اس قدر ناراض ہوگا کہ اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جائے گا۔اس میں جہاں ایک نیک مومن کی بلند پروازی اور اعلیٰ مقام کی طرف اشارہ ہے وہاں اس بات کی تعلیم بھی ہے کہ مؤمن صالح کو اگر کوئی ستائے تو اسے بدلہ لینے کی فکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کی طرف سے اللہ تعالیٰ خود ہی انتقام لے لیتا ہے اور اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا شوق ہے تو سب سے پہلے اسے فرض عبادات کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہئے اس لئے کہ فرائض سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔لہٰذا نماز،روزہ،حج،زکوٰۃ یا دوسرے فرائض اسلامی کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔بعض لوگ نفس وشیطان کے پھندے میں پھنس کر فرائض اسلامی سے پہلوتہی اور فرار کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور خدمت خلق اور حقوق العباد کے خوبصورت نعروں سے اپنی بلند پروازی یا پارسائی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا اوراد ووظائف اور چلہ کشی کو اسلامی فرائض پر ترجیح دینے کے لئے شریعت اور طریقت کا فلسفہ بگھارتے ہیں،ایسے لوگوں کے لئے اس حدیث شریف میں واضح تعلیم موجود ہے کہ فرض عبادات کو نظر انداز کر کے قرب الٰہی کی منازل طے نہیں کی جاسکتیں۔اور اگر فرض عبادات کے ساتھ نفلی اعمال کی توفیق بھی میسر آجائے تو سونے پر سہاگہ ہے اور نفلی عبادات سے مالی (صدقہ وخیرات) اور بدنی (نفلی نماز روزہ وغیرہ) دونوں قسم مراد ہیں کہ اس سے بندہ اپنے مولا سے اس قدر قریب ہوجاتا ہے کہ اس کے اعضاء وجوارح اللہ کی مرضی کے خلاف استعمال ہی نہیں ہوتے۔یہ مطلب ہے آنکھ،کان بن جانے کا کہ اس کے تمام اعضاء اوامر الٰہیہ کے تابع

ہو جاتے ہیں اور ایسا شخص اللہ رب العزت کا اس قدر چہیتا بن جاتا ہے کہ اس کا کوئی مطالبہ رد نہیں کیا جاتا۔کوئی چیز حاصل کرنا چاہے یا کسی خطرے سے بچنا چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کی چاہت ضرور پوری کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی روح قبض کرنے میں بھی اس بات کو مدنظر رکھتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا بندہ اپنے فطری تقاضے کے مطابق مرنا نہ چاہتا ہو اور اس حالت میں اس پر موت طاری ہونے سے اسے ناگواری ہو۔مگر پھر بھی وقت مقررہ پر موت آکر رہتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ موت سے جس قدر ناگواری اسے ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں انعامات اور اعزاز و اکرام دیکھ کر اس سے کہیں زیادہ خوشی اور مسرت ہوگی۔

حدیث نمبر ۲۶

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ، قَالَ:
" قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ : اِنَّ أَغْبَطَ أَوْلِیَائِي عِنْدِي لَمُؤْمِنٌ ، خَفِیْفُ الْحَاذِ (١) ذُوْ حَظٍّ مِنَ الصَّلَاۃِ ، أَحْسَنَ عِبَادَۃَ رَبِّہِ ، وَأَطَاعَہُ فِي السِّرِّ ، وَکَانَ غَامِضاً فِي النَّاسِ ، لاَ یُشَارُ اِلَیْہِ بِالْأَصَابِعِ ، وَکَانَ رِزْقُہُ کَفَافاً فَصَبَرَ عَلٰی ذٰلِکَ ، ثُمَّ نَفَضَ بِیَدِہِ (٢) ، ثُمَّ قَالَ :عُجِّلَتْ مَنِیَّتُہُ ، قَلَّتْ بَوَاکِیْہِ ، قَلَّ تُرَاثُہُ ".(٣)

رواہ الترمذي (وکذلك أحمد وابن ماجة) واسنادہ حسن (٤)

---

(١) خفیف الحاذ : قلیل المال والعیال۔

(٢) أي النبی صلی اللّٰہعلیہ وسلم

(٣) تراثہ: میراثہ

(٤) انظر : ابراھیم عطوۃ عوض :(سنن الترمذي)حدیث ٢٣٤٧، ج ٢ ص ١٣٧٨۔ الألباني : (مشکاۃ المصابیح) حدیث ٥٨١٩،ج ٢ ص ٦٥٤۔

☆☆☆

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"اللہ عزوجل کا فرمان ہے: میرے دوستوں میں سب سے زیادہ قابل رشک میرے نزدیک وہ مؤمن ہے جو ہلکا پھلکا ہو۔نماز سے اسے وافر حصہ ملا ہو۔اپنے رب کی عبادت نہایت خوبصورتی سے اس نے کی ہواور چھپ کراس کی اطاعت کی ہو۔عوام الناس میں گھل مل کر رہا ہو۔انگلیوں سے اس کی طرف اشارے نہ کئے جاتے ہوں۔گزارہ کے قابل اسے روزی ملی ہوجس پر اس نے صبر کیا ہو۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ جھٹک کر فرمایا: اسے جلدی موت آ گئی ہو۔اس پر رونے والے بھی کم ہوں اور اس کی وراثت بھی کم ہو۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ نے ایسے مؤمن بندہ کو انتہائی قابل رشک قرار دیا ہے جس کی دنیوی

مشغولیات بہت کم ہوں ۔اہل وعیال کا زیادہ بکھیڑا بھی نہ ہواور مال ودولت کی فراوانی اور ریل پیل بھی اسے حاصل نہ ہو۔روپے پیسے کی اس قدر کثرت نہ ہو کہ ان کے انتظامات کی مشغولی اس کی عبادات میں رکاوٹ بنتی ہو بلکہ وہ ایک قناعت پسند شخص ہو جو ایک عام انسان کی طرح زندگی گزارے اور نماز کا متوالا ہو۔اور خوب بنا سنوار کر لوگوں کی نگاہ سے اوجھل ہو کر نفلی عبادات میں لگا رہتا ہو۔ریا کاری اور دکھاوے سے کوسوں دور ہو۔اس کی عبادت اور دینداری کے تذکرے لوگوں میں نہ ہوتے ہوں (وہ لوگوں میں اپنی عبادت اور دینداری کے چرچے کا خواہشمند نہ ہو)۔

جس طرح ہمارے ہاں کسی کام کی عجلت اور جلدی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہاتھ سے چٹکی بجائی جاتی ہے کچھ ایسے ہی انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ جھٹکتے ہوئے فرمایا: جلدی سے اس کی موت آجائے............نہ اس پر رونے والے زیادہ ہوں اور نہ ہی وہ مال وراثت زیادہ چھوڑ کر مرا ہو۔

بعض نام نہاد محققین نے اس سادہ اور عام فہم حدیث سے خاندانی منصوبہ بندی کا جواز نکالنے کی کوشش کی ہے۔حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس حدیث کی تعلیمات اور خاندانی منصوبہ بندی کے فلسفہ میں تصادم اور واضح تضاد پایا جاتا ہے۔منصوبہ بندی کے پالیسی سازوں کے پیش نظر عیش پرستی اور سامان تعیش میں دوسروں کی کم از کم شرکت کا گھٹیا اور خود غرضی کا حامل فلسفہ ہے کہ دنیا میں عیش وعشرت اور رنگ رلیاں منانے کے ہمیں جس قدر اسباب مہیا ہوں ان کے استعمال سے اکیلے ہی لطف اندوزی کی جائے اور اس میں غیر تو کجا اپنی اولاد کی بھی کم سے کم شرکت کو یقینی بنایا جائے جبکہ حدیث شریف میں عیش پرستی اور اسباب تعیش سے بیزاری کا واضح اظہار ہے کہ دنیا کہ جھمیلوں سے کوسوں دور اپنے آقا اور خالق ومالک سے راز ونیاز اور اس کی عبادت میں مگن رہ کر زندگی بسر کرے۔

بہ بیں ایں تفاوت راہ   از کجا است تا بہ کجا

اور پھر حدیث مبارک میں اولاد کی کمی کا ذکر نہیں بلکہ مرنے کے بعد رونے والوں کی کمی کا ذکر ہے کہ اس قدر تعلقات نہ پالے ہوئے ہوں کہ ان تعلقات کی بنیاد پر اس پر رونے والے بہت ہوں اور **خفیف الحاذ** کے معنی ہلکی کمر یا ہلکا پھلکا یعنی اپنے اہل وعیال میں بھی اس قدر قناعت پسندی پیدا کردے کہ وہ بھی رضاء بالقضاء کے مرتبہ پر فائز ہوں اور ننانوے کے چکر میں پڑنے کے بجائے روکھی سوکھی کھا کر صبر وشکر کی زندگی گزارنے والے ہوں جس کی بناء پر یہ ان کی ضروریات پوری کرنے اور ان کے لئے جائز وناجائز طریقہ سے وسائل تعیش جمع کرنے کے فکر سے آزاد ہو۔ بلکہ اس مقصد کی خاطر بعض اوقات کثرت اولاد مفید ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے لئے اور اس کے لئے بھی ضروریات زندگی مہیا کر کے اسے فکر معاش سے آزاد کردیں تا کہ یہ یکسوئی سے عبادات الٰہیہ میں مگن رہ سکے۔

حدیث نمبر ۲۷

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ: سَأَلْنَا – أَوْ سَأَلْتُ عَبْدَاللّٰهِ (أَيِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ) عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ:
﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾
– قَالَ: أَمَا اِنَّاقَدْ سَأَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ:

"أَرْوَاحُهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ، لَهَا قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ، تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَ تْ، ثُمَّ تَأْوِي اِلٰى تِلْكَ الْقَنَادِيْلِ، فَاطَّلَعَ اِلَيْهِمْ رَبُّهُمُ اطِّلَاعَةً فَقَالَ: هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا؟ قَالُوْا: أَىُّ شَيْءٍ نَشْتَهِي، وَنَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا؟ فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكُوْا مِنْ أَنْ يُسْأَلُوْا، قَالُوْا: يَارَبِّ، نُرِيْدُ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا فِي أَجْسَادِنَا، حَتّٰى نُقْتَلَ فِي سَبِيْلِكَ مَرَّةً أُخْرٰى، فَلَمَّا رَأٰى أَنْ لَيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوْا".

رواه مسلم (وكذلك الترمذي والنسائي وابن ماجة)۔

---

(١) يعني النبی صلی اللّٰہعليه وسلم ۔انظر النووي :(شرح صحيح مسلم)ج٤ ص٥٥٠۔

☆☆☆

ترجمہ: مسروق کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے اس آیت کے بارے میں پوچھا۔ (ترجمہ) ''جولوگ اللہ کے راستہ میں قتل ہوئے تم انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں ان کے رب کے پاس انہیں رزق دیا جاتا ہے۔'' تو انہوں نے کہا کہ ہم نے اس کے بارے میں پوچھا تھا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان کی روحیں سبز پرندوں کے پپوٹوں میں ہیں۔ ان کے لئے قندیلیں عرش معلی سے معلق ہیں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں اور پھر واپس ان قندیلوں میں لوٹ آتی ہیں اور اللہ تبارک

وتعالیٰ ان کی طرف خصوصی توجہ فرما کران سے کہتے ہیں ''تمہیں کسی اور چیز کی خواہش ہے؟'' وہ جواب میں کہتے ہیں کہ ہمیں اور کیا چاہئے ہم جنت میں جہاں چاہیں سیر کر سکتے ہیں! اللہ تعالیٰ تین مرتبہ ان سے یہی سوال کرتے ہیں۔ چنانچہ بار بار کے سوال سے وہ سمجھ جاتے ہیں ہماری رائے معلوم کئے بغیر ہمیں قطعاً نہیں چھوڑا جائے گا تو وہ کہتے ہیں کہ ''اے اللہ! ہماری ارواح کو ہمارے دنیوی اجسام میں واپس لوٹا دے تاکہ ہم تیرے راستہ میں دوبارہ قتل کئے جائیں تو جب اللہ تعالیٰ نے دیکھ لیا کہ انہیں مزید کسی نعمت کی ضرورت نہیں ہے تو انہیں اسی حال میں چھوڑ دیا۔'' (مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

تشریح: اس آیت مبارکہ میں شہداء کی زندگی اور حیات کا ربانی اعلان ہے دوسرے مقام پر حیات شہداء کے تاکیدی اعلان کے بعد فرمایا ہے کہ ''تم اسے سمجھ نہیں سکتے۔''

یعنی دنیا میں رہتے ہوئے حواس کے ذریعہ ان کی زندگی کا ادراک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور یہ ظاہر بات ہے کہ جس طرح شکم مادر میں بچہ باہر کی زندگی اور اس کے تقاضے سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے اسی طرح زمین کی پشت پر بسنے والا انسان بطن زمین میں موجود حیات برزخی کا ادراک کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس آیت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں نے جب پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہم اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا کہ ارواح شہداء کو جنت کی سیر کرنے کے لئے سبز رنگ کے پرندوں کی سواری مہیا کی جاتی ہے جنہیں آرام کرنے کی غرض سے اعزاز وکرام کے طور پر عرش معلیٰ سے معلقہ قندیلیں دی جاتی ہیں۔ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پپوٹوں میں داخل ہو کر جنت کا ہوائی سفر یا فضائی سیر وسیاحت کرتی ہیں اور پھر آرام کی غرض سے عرش سے لٹکنے والی قنادیل میں اپنے ٹھکانوں پر واپس آجاتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہداء کی قربانیوں کے اعتراف کے طور پر ان کی ارواح کو عام مومنین کے مقابلہ میں خاص مقام پر رکھ کر امتیازی (V.I.P) حیثیت دی جاتی ہے اور دوسرا یہ کہ قیام قیامت سے

پہلے ہی انہیں جنت میں داخلہ کی نعمت سے سرفراز کر دیا جاتا ہے۔ پھر ان کی ناز برداری کے طور پر اللہ رب العزت ان سے کہتے ہیں کہ جنت کی ان تمام نعمتوں سے بلا روک ٹوک تمہیں لطف اندوز ہونے کی اجازت ہے مگر اس کے باوجود اگر تمہیں کسی اور نعمت کی طلب یا خواہش ہو تو اس کا بھی مطالبہ کر سکتے ہو تمہیں وہ بھی مہیا کر دی جائے گی ۔ جس پر وہ کہتے ہیں کہ جنت کی نعمتیں ہی کیا کم ہیں کہ ہم کسی دوسری نعمت کا مطالبہ کریں مگر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں بار بار مانگنے کا موقع دیا جاتا ہے اور وہ بھی یہ سمجھ جاتے ہیں کہ اب ہمیں بغیر مطالبہ کے نہیں چھوڑا جائے گا تو وہ عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! جنت کی نعمتوں کا لطف اپنی جگہ پر مگر راستہ میں خاک وخون میں تڑپنے اور جان دینے کا جو لطف ہے وہ یہاں میسر نہیں ہے اس لئے ہمارے دنیوی اجسام میں ہماری روح لوٹا دی جائے تاکہ ہم بار بار تیرے راستہ کی شہادت کا لطف اٹھاتے رہیں۔ چنانچہ جب یہ دیکھ لیا جاتا ہے کہ جنت کی نعمتوں میں کسی قسم کے اضافہ کا انہیں تقاضا نہیں ہے تو ان کے حال پر انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ شہادت کا لطف ومزہ جنت کی نعمتوں سے بھی زیادہ ہے اور یہ کہ مرنے کے بعد زندہ ہو کر اس سرزمین پر دوبارہ آنے کی گنجائش نہیں ہے اگر کچھ بھی گنجائش ہوتی تو شہداء کی ناز برداری اور اعزاز واکرام کے پیش نظر انہیں حیات دنیوی ضرور دوبارہ نصیب ہو جاتی اس لئے اس چندروزہ حیات مستعار کو غنیمت جان کر اس سے پورا پورا استفادہ کرنا چاہئے اور مزہ تب ہے کہ راہ خدا میں جان لڑا کر اس دنیا سے روانگی کے لطف کو ایسا ناقابل فراموش بنا دیا جائے کہ جنت میں بھی اس کی یاد ستاتی رہے۔

جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حدیث نمبر ۲۸

عَن جُنـدُبٍ بـنِ عَبْـدِاللهِ رَضِـىَ اللهُ عَنهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ :

”كَـانَ فِيـمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ ،بِهِ جُرُحٌ ، فَجَزِعَ ، فَأَخَذَ سِكِّينًا ، فَحَزَّ بِهَـا يَدَهُ ، فَمَا رَقَأَ(١) الـدَّمُ ، حَتَّـى مَاتَ ، قَالَ اللهُ تَعَالىٰ : بَادَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ ، حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ“ .

رواه البخاري

(١) رقأ الدم : جفّ وانقطع بعد جريانه۔

☆☆☆

ترجمہ: حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم سے پہلی قوموں میں ایک شخص تھا۔وہ زخمی ہوگیا جس سے اسے نا قابل برداشت تکلیف ہونے لگی۔چنانچہ اس نے چاقو لے کر اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا جس سے اس قدر خون بہا کہ اس کی موت واقع ہوگئی۔تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندہ نے اپنی روح نکالنے میں مجھ سے بھی پہل (سبقت) کی۔میں نے اس پر جنت کو حرام کردیا“۔ (بخاری)

تشریح: اس حدیث شریف میں خودکشی پر وعید سنائی گئی ہے کہ پہلے زمانہ میں کسی شخص کے ہاتھ پر زخم لگ گیا چنانچہ اس کے زخمی ہاتھ میں نا قابل برداشت درد ہونے لگا جس سے تنگ آ کر اس نے چاقو کے ذریعہ وہ ہاتھ ہی کاٹ ڈالا جس سے خون منتقل کرنے والی رگیں کٹ گئیں اور جسم سے مسلسل خون بہنے لگا۔اور جسم میں خون کی اس قدر کمی ہوگئی کہ وہ جانبر نہ ہوسکا اور اسی حالت میں تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔اسی قسم کا ایک واقعہ ذخیرۂ حدیث میں اور ملتا ہے کہ کسی غزوہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حمایت میں ایک صاحب نے کفار سے بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا۔اس کی جرأت اور ہمت کی ہر ایک نے داد شجاعت دی مگر نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا

کہ یہ شخص جہنمی ہے۔ صحابی کہتے ہیں کہ مجھے حضور علیہ السلام کے فرمان پر بہت تعجب ہوا اور میں اس شخص کے پیچھے ہولیا کہ دیکھوں یہ کون سا ایسا عمل کرتا ہے جس کی بناء پر اللہ کے نبی نے اسے جہنمی کہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ لڑتے لڑتے وہ اس قدر زخمی ہوگیا کہ وہ گر پڑا اور تکلیف کی شدت نے اسے بے چین کر دیا چنانچہ اس نے اپنا خنجر لے کر اپنا گلا کاٹ لیا اور خودکشی سے جہاد جیسے عظیم الشان عمل کا ثواب بھی ضائع کر دیا اور جنت سے محروم ہو کر واصل جہنم ہوا۔

حدیث شریف میں یہ بھی آتا ہے کہ جو شخص خودکشی کرتا ہے قیامت تک اس پر یہ عذاب مسلط کر دیا جاتا ہے کہ وہ حیات برزخی میں مسلسل اسی طریقہ سے اپنے آپ کو قتل کرتا رہے گا اور قیامت کے دن جہنم میں داخل ہوگا۔ آج کے اس دور میں جبکہ لوگ معمولی معمولی بات پر خودکشی کر لیتے ہیں اس مبارک حدیث کی تعلیمات اور زیادہ اہمیت اختیار کر جاتی ہیں۔ انسان کا جسم و روح اور اس کے اعضاء و جوارح امانت ہیں اور مالک کی مرضی کے بغیر ان میں کسی قسم کے تصرف کی اسے اجازت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب چاہیں اور جس طرح چاہیں اس کے جسم و روح کا تعلق منقطع کریں اسے اس میں مداخلت کی قطعی اجازت نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندہ نے روح نکالنے میں مجھ سے سبقت کی ہے لہٰذا اس جرم کی پاداش میں اس پر جنت حرام ہے۔

حدیث نمبر ۲۹

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: ”یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالیٰ : مَالِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِي جَزَاءٌ ، اِذَا قَبَضْتُ صَفِیَّهٗ مِنْ أَهْلِ الدُّنْیَا ، ثُمَّ احْتَسَبَهٗ ، اِلَّا الْجَنَّةُ“.

رواه البخاري

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: جب دنیا سے اپنے مومن بندہ کے کسی پیارے کو قبض کرتا ہوں اور وہ ثواب کی امید پر اسے برداشت کر لیتا ہے تو میرے پاس اس کے لئے سوائے جنت کے اور کوئی بدلہ نہیں ہے“۔ (بخاری)

تشریح: اس حدیث شریف میں صبر پر بڑے عظیم الشان اجر و ثواب کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ حدیث میں لفظ ”صفیہ“ سے ظاہراً عزیز و اقارب یا اولاد میں سے کسی چہیتے کی موت مراد ہے۔ اس کے علاوہ دنیوی اشیاء میں سے اس کی منتخب یا پسندیدہ چیز کا ضائع ہونا بھی مراد ہو سکتا ہے۔

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اگر اپنے بندے کی دونوں آنکھیں لے لیتا ہوں اور یہ اس پر ثواب کی نیت سے صبر کر لیتا ہے تو اس کے بدلہ میں اسے جنت عطا کرتا ہوں۔ ایک اور حدیث شریف ہے جس میں ارشاد گرامی ہے کہ فرشتے جب کسی کے بچہ کی روح قبض کر کے دربار الٰہی میں پہنچتے ہیں تو رب ذوالجلال ان سے پوچھتے ہیں کہ ”تم نے میرے بندہ کے دل کا ٹکڑا قبض کر لیا؟“۔ ”تم نے میرے بندہ کا گوشہ جگر لے لیا؟“ فرشتے کہتے ہیں کہ ”جی ہاں اے پروردگار!“ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”میرے بندہ نے اس پر کسی قسم کے جذبات کا مظاہرہ کیا؟“ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ ”اس نے ثواب کی امید پر صبر کیا اور تیری حمد کی“۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”اس کے لئے جنت میں ”بیت الحمد“ کے نام سے محل

تیار کردو‘‘۔ کیا ٹھکانہ ہے اس عطاء اور داد و دہش کا!۔ خود ہی دنیا کی عارضی نعمتیں اور فانی اولاد عطا کریں اور اپنی ہی عطا کردہ چیز کو جب واپس لیں اور اور بندہ اس پر صبر و تفویض کا مظاہرہ کرے تو اس پر دائمی اور ابدی انعامات کی بارش برسا دیں۔ سچ ہے ۔

رحمت خدا بہانہ جوید ، بہانمی جوید

(رحمت خداوندی داد و دہش اور انعام و اکرام کے لئے معمولی معمولی بہانے تلاش کرتی ہے۔ لیاقت اور قابلیت کو نہیں دیکھتی)۔

حدیث نمبر ۳۰

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ،أَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ:

”قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : اِذَا أَحَبَّ عَبْدِي لِقَائِي ، أَحْبَبْتُ لِقَاءَ هُ ، وَاِذَا كَرِهَ لِقَائِي ،كَرِهْتُ لِقَاءَ هُ“.

رواه البخاري ومالك۔

وفی روایة لمسلم ، توضح معنی الحدیث(۱):

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا،قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :

”مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ ،كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ. فَقُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ، أَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ ؟ فَكُلُّنَا نَكْرَهُ الْمَوْتَ . قَالَ لَيْسَ كَذٰلِكَ ، وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَرِضْوَانِهِ وَجَنَّتِهِ ، أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ ، فَأَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ ، وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَسَخَطِهِ ، كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ ، وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ“.

(۱) روایة مسلم لیس فیها اسناد الی اللّٰه تعالیٰ ، والحدیث بهذه الهیئة وارد فی الترمذی والنسائی أیضاً۔

☆☆☆

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر میرا بندہ میری ملاقات کو پسند کرتا ہے تو میں بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہوں اور اگر وہ میری ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو میں بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہوں“۔ (بخاری، مالک)

تشریح: موت تو ہر کس و ناکس کو آنی ہے۔اس سے کسی کو مفر نہیں ہے مگر جو شخص موت کے وقت اپنے مولا سے انعام واکرام کی امید پر خوشی اور مسرت کے ساتھ موت کو خوش آمدید کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا خواہاں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے برضاء ورغبت ملاقات کرتے ہیں

اور جو شخص اپنے گناہوں پر سزا اور جہنم کے عذاب کے یقین پر اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے گھبراتا اور اسے ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات میں رغبت نہیں رکھتے اور اسے ناپسند کرتے ہیں۔ یہ مفہوم ایک دوسری حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے۔ مسلم کی روایت ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو محبوب رکھتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو مبغوض سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو مبغوض سمجھتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! کیا اس سے موت کی کراہت و ناپسندیدگی مراد ہے؟ تو ہم میں سے ہر ایک موت کو ناپسند کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ مؤمن کو جب اللہ کی رحمت، رضامندی اور جنت کی خوش خبری سنائی جاتی ہے تو وہ اسے سن کر اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا خواہشمند ہو کر اسے پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں اور کافر کو جب اللہ تعالیٰ کے عذاب اور ناراضگی کی خبر ملتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند اور مکروہ سمجھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند اور مکروہ گردانتے ہیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ موت کے وقت فرشتے ایمان والے کو سلامی دیتے ہیں اور اسے رضاء الٰہی اور جنت کی بشارت سناتے ہیں جبکہ کافر کو موت کے وقت لعن طعن کرتے ہیں اور اسے اللہ کی ناراضگی اور جہنم کے عذاب کی وعیدیں سناتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہی بشارتیں اور وعیدیں اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور موت کو پسند اور ناپسند کرنے کا سبب بن جاتی ہیں۔

حدیث نمبر ۳۱

عَنْ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ، حَدَّثَ ’’أَنَّ رَجُلاً قَالَ: وَاللّٰہِ لاَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لِفُلاَنٍ ، وَإِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ قَالَ : مَنْ ذَا الَّذِي یَتَأَلَّی (۱) عَلَيَّ أَنْ لاَ أَغْفِرَ لَفُلاَنٍ ، فَإِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِفُلاَ نٍ ، وَأَحْبَطْتُ عَمَلَکَ (۲) ‘‘أَوْ کَمَاقَالَ.

رواہ مسلم۔

(۱) یتألی : یحلف

(۲) وفي روایة لأبي داؤد مایدل علی أن الرجل الذي تألی علی اللّٰہ ألا یغفر لفلان ، کان مجتھدا في العبادة ، ولکن اللّٰہأحبط عملہ لتألیہ علی اللّٰہ بعدم المغفرة۔

☆☆☆

ترجمہ: حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ کہ ایک شخص نے کہا کہ ’’اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں شخص کی مغفرت نہیں کریں گے۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرے بارے میں اس بات کی قسم کھانے والا کون ہے کہ میں فلاں شخص کی مغفرت نہیں کروں گا؟ میں نے فلاں کی مغفرت کردی اور تیرے اعمال کو کالعدم قرار دے دیا‘‘۔ یا جیسے فرمایا۔ (مسلم)

تشریح: اس حدیث شریف سے اللہ رب العزت کی وسعت رحمت ومغفرت کی نوید ملتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عفوودرگزر کے لئے کسی قسم کی انسانی پابندیوں کو نہ صرف ناپسند کرتے ہیں بلکہ اس سے سخت ناراض ہوتے ہیں۔ ایک موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے آکر نماز ادا کی اور ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کرنے لگا: اللھم ارحمنی ومحمداً ولاتعجل معنااحداً (اے اللہ! مجھ پر اور محمد علیہ السلام پر

اپنی رحمت کا نزول فرما اور ہمارے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ فرما) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لقد حجرت واسعاً** (تو نے وسیع رحمتوں والے پر پابندی لگادی)۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و مغفرت کے حوالہ سے پابندیوں کو قبول نہیں فرماتے بلکہ ہر وقت اس کی رحمت کے در کھلے ہی رہتے ہیں۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قسم کھانے والا شخص انتہائی عبادت گزار تھا اور اسے اپنی عبادت پر بڑا ناز اور فخر تھا جبکہ دوسرا شخص کوئی بڑا عبادت گزار نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ سے رحم وکرم اور عفو ودرگزر کا امیدوار تھا۔اللہ تعالیٰ قسم کھانے والے کی مایوسی اور اپنی عبادت کے گھمنڈ پر انتہائی ناراض ہوئے اور اس کے تمام اعمال رد کردیئے اس لئے کہ ایمان نام ہی امید وبیم اور خوف ورجاء کا ہے اور مایوسی کافرانہ فعل ہے۔نیز مایوسی اور فخر اللہ تعالیٰ کو انتہائی ناپسند ہیں۔ارشاد باری ہے:

لاتیئسوا من روح اللہ انہ لاییئس من روح اللہ الاالقوم الکافرون (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔اس کی رحمت سے تو کافر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں)

لہٰذا وہ شخص بھی مایوسی کے جرم میں مبتلا ہوکر ایمان سے محروم ہوگیا ہوگا تبھی اللہ رب العزت نے اس کے تمام اعمال کالعدم قرار دے دیئے اور امید رحمت و مغفرت کی برکت سے دوسرے شخص کو معاف فرمادیا۔

حدیث نمبر۳۲

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ:
"أَسْرَفَ رَجُلٌ عَلیٰ نَفْسِهِ ، فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ أَوْصیٰ بَنِیْهِ ، فَقَالَ : اِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُوْنِي ، ثُمَّ اسْحَقُوْنِي ، ثُمَّ أَذْرُوْنِي فِي الْبَحْرِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّي لَيُعَذِّبَنِّي عَذَاباً ، مَا عَذَّبَهُ أَحَداً ، فَفَعَلُوْا ذٰلِکَ بِهِ ، فَقَالَ لِلْأَرْضِ (۱) : أَدِّي مَا أَخَذْتِ ، فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ ، فَقَالَ لَهُ :مَا حَمَلَکَ عَلیٰ مَاصَنَعْتَ ؟ قَالَ : خَشْیَتُکَ یَارَبِّ ، أَوْ مَخَافَتُکَ ، فَغَفَرَلَهُ بِذٰلِکَ".

رواه مسلم (وكذلك البخاري والنسائي وابن ماجة)

(۱) أي قال اللّٰه تعالیٰ۔

☆☆☆

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ایک شخص نے زندگی بھر گناہ کئے۔ مگر جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے آگ میں جلا دینا پھر میری راکھ کو باریک کر لینا پھر مجھے سمندر میں بکھیر دینا کیونکہ اللہ کی قسم اگر میرے رب نے اپنی قدرت سے جمع کر لیا تو مجھے ایسا عذاب دے گا کہ ایسا عذاب اس نے کسی کو نہیں دیا ہوگا۔ تو اس کے بیٹوں نے ایسے ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین سے کہا کہ "اس کے جو ذرات تو نے لئے ہیں وہ واپس کر دے۔" چنانچہ وہ فوراً ہی اللہ تعالیٰ کے سامنے آموجود ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا کہ تو نے یہ سب کیوں کیا؟ اس نے کہا اے اللہ تیرے خوف وخشیت کے مارے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے اسی بناء پر معاف کر دیا۔ (مسلم، بخاری، نسائی، ابن ماجہ)

تشریح: ایمان، خوف اور رجاء کی درمیانی کیفیت کا نام ہے مگر بعض اوقات بعض بندوں پر کوئی ایک پہلو غالب آجاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے اس بندے پر خوف خدا کا پہلو اس قدر

غالب آ گیا تھا کہ امید کا پہلو یا دوسری صفات الٰہیہ قدرت خداوندی وغیرہ اس سے اوجھل ہوگئی تھیں۔ کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ وہ شخص مؤمن تھا ورنہ اسے نہ اس قدر پریشانی کی ضرورت تھی اور نہ ہی بغیر ایمان کے اس کی مغفرت کی کوئی صورت تھی۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس نے اپنے خوف وخشیت کو حقیقی واقعہ کی شکل دینے کے لئے یہ سب کچھ کیا ہو کیونکہ یہ تو اسے یقین تھا کہ اس کے ذرات جہاں بھی ہوں گے اللہ تعالیٰ ایک حکم ''کن'' سے انہیں جمع کرلیں گے تو اس وقت وہ اس حقیقی واقعہ سے اپنے ڈر اور خوف کی کیفیت تو بیان کرسکے گا۔ بہر صورت اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ اس کی مغفرت کا فیصلہ فرما کر اسے خوف سے امن عطا فرمادیا اور اسے اپنی جنت میں داخل فرمادیا۔

حدیث نمبر ۳۳

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فِيْمَا يَحْكِي عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ:

”أَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْباً ، فَقَالَ : اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي ، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ : أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْباً ، فَعَلِمَ أَنْ لَهُ رَبّاً ، يَغْفِرُ الذَّنْبَ ، وَيَأْخُذُ بِهِ ، ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ ، فَقَالَ : أَيْ رَبِّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي ، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ : عَبْدِي أَذْنَبَ ذَنْباً ، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبّاً يَغْفِرُ الذَّنْبَ ، وَيَأْخُذُ بِهِ . ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ ، فَقَالَ : أَیْ رَبِّ اغْفِرْلِي ذَنْبِي ، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ : أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْباً، فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبّاً ، يَغْفِرُ الذَّنْبَ ، وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ ، اعْمَلْ مَا شِئْتَ ، فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ“.

رواه مسلم (وكذلك البخاري)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے حکایت کرتے ہوئے بیان فرمایا:

”ایک شخص سے گناہ سرزد ہوگیا۔ پھر اس نے کہا کہ اے اللہ! میرے گناہ کو معاف فرمادے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندہ سے گناہ کا ارتکاب ہوگیا پھر اسے خیال آیا کہ اس کا رب بھی ہے جو گناہ کو معاف کرتا ہے۔ اور اس پر گرفت بھی کرتا ہے۔ پھر دوبارہ اس سے گناہ سرزد ہوگیا پھر اس نے کہا اے پروردگار! میرا گناہ معاف فرمادے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندہ سے گناہ کا ارتکاب ہوگیا پھر اسے خیال آیا کہ اس کا رب بھی ہے جو گناہ کو معاف کرتا ہے اور اس پر گرفت بھی کرتا ہے۔ پھر تیسری بار وہ گناہ کا مرتکب ہوگیا اور کہنے لگا اے پروردگار! میرا گناہ معاف فرمادے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ میرا بندہ گناہ کا مرتکب ہوگیا پھر اسے خیال آیا کہ اس کا رب بھی ہے جو گناہ کو معاف کردیتا ہے

اوراس پر گرفت بھی کرتا ہے۔تو جو چاہے عمل کر۔میں نے تجھے بالکل معاف کردیا ہے۔

(مسلم، بخاری)

تشریح: بہت عظیم الشان حدیث شریف ہے جو گناہ گاروں کو مایوسی سے بچانے اور مغفرت کی امید دلانے میں بہت اہم عامل کی حیثیت رکھتی ہے۔

انسان خطا کار ہے۔گناہوں کا پتلا ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم سب کے سب خطا کار ہو اور سب سے اچھا وہ خطا کار ہے جو توبہ کرلے۔چنانچہ ایسے ہی ایک شخص کا تذکرہ اس مبارک حدیث میں کیا گیا ہے کہ اس سے گناہ کا ارتکاب ہوا تو اسے ندامت اور افسوس ہوا اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں معافی کی درخواست دی۔اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا بہت پسند آئی کہ گناہ سرزد ہوتے ہی اس نے توبہ کرلی۔اسے اللہ رب العزت نے کس پیار بھرے انداز میں ذکر فرمایا ہے کہ اس کا معافی کا خواستگار ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مجھے مانتا ہے اور اسے یہ بھی احساس ہے کہ اس کا رب معاف بھی کردیتا ہے اور گرفت بھی کرتا ہے۔گویا وہ بندہ ایمان کے دونوں پہلوؤں میں توازن کے ساتھ امید و بیم کی حالت میں مغفرت کی درخواست کررہا ہے اور دوبارہ، سہ بارہ بھی ارتکاب گناہ کے بعد وہ اس پیکر عفوو درگزر کے دربار کو نہیں چھوڑتا۔اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ گناہ کے صدور کے ساتھ ہی معافی اور مغفرت کی طلب یہ کرتا ہی رہے گا۔لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بھی یہ فرمادیا کہ تم جو کچھ بھی کرلو جب تک تم اس طرح معافی مانگتے رہو گے میں بھی تمہیں معاف کرتا رہوں گا۔

حدیث نمبر ۳۴

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:
” قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ : يَا ابْنَ آدَمَ ، اِنَّکَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي ، غَفَرْتُ لَکَ عَلیٰ مَا کَانَ مِنْکَ وَلاَ اُبَالِي . يَاابْنَ آدَمَ : لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبَکَ سِنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ لَوْ اسْتَغْفَرْتَنِي، غَفَرْتُ لَکَ ، يَا ابْنَ آدَمَ : اِنَّکَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِي لاَ تُشْرِکُ بِي شَيْئًا ، لَأَتَيْتُکَ بِقُرَابِھَا مَغْفِرَةً “.

رواه الترمذي (وكذلك أحمد) وسنده حسن (١)۔

(١) انظر الالباني:(الأحاديث الصحيحة) حديث رقم١٢٧۔ج ١ ص٣٩ –النووي : (رياض الصالحين)باب الاستغفارحديث ١٨٧٦۔

☆☆☆

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

”اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ابن آدم! تو جب بھی مجھے پکارتا ہے اور مجھ سے امید قائم کرتا ہے تو میں تیری نازیبا حرکتوں کی پرواہ کئے بغیر تجھے معاف کردیتا ہوں۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے معافی مانگے تو میں تجھے معاف کردوں گا۔ اے ابن آدم! اگر تو روئے زمین کے برابر گناہ کر کے میرے پاس آئے اور مجھ سے اس حال میں ملے کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں روئے زمین کے برابر مغفرت سے تیرا استقبال کروں گا“۔ (ترمذی، احمد)

تشریح: بھول چوک اور خطا کاری انسانی خمیر میں شامل ہے۔ عربی کا مقولہ ہے الانسان مرکب من الخطاء و النسیان (انسان بھول چوک اور خطا کا پتلا ہے)۔ قرآن کریم میں

ارشاد خداوندی ہے: **فنسی ولم نجدله عزماً** (وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں ارادہ کی پختگی نہ پائی)۔ یعنی انسان ارادہ کا کچا ہے۔ بھول کر غلطی کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ **نسی آدم فنسیت ذریتہ** (آدم علیہ السلام بھولے تو ان کی اولاد بھی بھولنے لگی)۔ معلوم ہوا کہ اصل بات غلطی کا صدور یا عدم صدور نہیں ہے بلکہ ارتکاب گناہ کے بعد کی کیفیت ہے۔ اگر ندامت و شرمندگی کے ساتھ گناہ سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے اور آئندہ نہ کرنے کا عزم بالجزم کر لیتا ہے اور یہی استغفار کی حقیقت ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس بات کی پرواہ بھی نہیں کرتا کہ تو نے کتنے بڑے بڑے گناہ اور جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ بلکہ تیرے جرائم سے چشم پوشی کرتے ہوئے تجھے معاف کر دیتا ہوں بلکہ تیرے گناہوں کا ڈھیر اگر بلندیوں میں آسمان کی چوٹی کو چھونے لگے اور پھیلاؤ میں روئے زمیں کے بھراؤ کے برابر ہو جائے اور پھر تو ندامت و شرمندگی کے جذبات سے مغلوب ہو کر مجھ سے معافی کی درخواست کرے اور تیرے نامہ اعمال میں شرک جیسے لاعلاج مرض کے جراثیم نہ پائے جاتے ہوں یعنی شرک جیسے ظلم عظیم کا تو مرتکب نہ ہوا ہو تو میں تیرے گناہوں کے برابر مغفرت سے تیرا استقبال کرتا ہوں یعنی اس حالت میں بھی تجھے مغفرت سے محروم نہیں کرتا۔

حدیث نمبر ۳۵

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :

"یَتَنَزَّلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی ، کُلَّ لَیْلَةٍ اِلٰی سَمَاءِ الدُّنْیَا ، حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْآخِرُ، فَیَقُوْلُ : مَنْ یَدْعُوْنِي فَأَسْتَجِیْبَ لَهُ ؟ مَنْ یَسْأَلُنِي فَأُعْطِیَهُ ؟ مَنْ یَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ؟"

رواہ البخاری (وکذلك مسلم ومالك والترمذي وأبوداؤد)۔

وفی روایة لمسلم زیادة :

"فَلَا یَزَالُ کَذٰلِکَ حَتّٰی یُضِيءُ الْفَجْرُ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ:

"ہمارے پروردگار، مبارک اور بلند و بالا، ہر رات آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتے ہیں جبکہ رات کی آخری تہائی باقی ہوتی ہے تو ارشاد فرماتے ہیں: "کون ہے مجھ سے مانگنے والا کہ میں اس کی دعا کو قبول کروں، کون ہے مجھ سے طلب کرنے والا کہ میں اسے عطا کروں، کون ہے مجھ سے مغفرت کا طلبگار کہ میں اسے معاف کردوں؟"۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ صبح صادق ہونے تک اسی طرح صدائیں آتی رہتی ہیں۔ (بخاری، مسلم، مالک، ترمذی، ابوداؤد)

تشریح: معلوم ہوا کہ رات کا آخری حصہ جسے اس مبارک حدیث میں آخری تہائی سے تعبیر کیا گیا ہے اور ایک دوسری حدیث میں آخری چھٹا حصہ کہا گیا ہے دعا کی قبولیت میں خاص تاثیر رکھتا ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ ہوتی ہے اور داد و دہش اور مغفرت و رحمت کے دروازے چوپٹ کھول دیئے جاتے ہیں اور مسلسل یہ صدائیں لگتی رہتی ہیں کہ دعائیں کرنے والو! آؤ مجھ سے مانگو، میں اس وقت خصوصی رعایت کے ساتھ مطالبہ اور ہر مانگ پوری کرتا

ہوں۔دوسری حدیث شریف میں آتا ہے:''مبارک ہیں وہ لوگ جنہیں سحر خیزی اور تہجد کی عادت ہے کہ بارگاہ الٰہی کی خصوصی رعائتوں سے بہرہ یاب ہوتے ہیں اور بڑی بدنصیبی ہے ان لوگوں کی جو ایسا مبارک وقت بھی خواب غفلت میں گزار دیتے ہیں یا بدکاری اور فواحش میں مبتلا ہوکر عفوودرگذر اور رحمت وعطا کی بے پایاں اور خصوصی عنایات سے محروم رہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۶

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ، قَالَ:

” یَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُونَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَیَقُوْلُوْنَ :لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلیٰ رَبِّنَا ، فَیَأْتُوْنَ آدَمَ ، فَیَقُوْلُوْنَ : أَنْتَ أَبُوالنَّاسِ ، خَلَقَکَ اللّٰہُ بِیَدِہٖ ، وَأَسْجَدَ لَکَ مَلاَئِکَتَہٗ ، وَعَلَّمَکَ أَسْمَاءَ کُلِّ شَيْءٍ ، فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّکَ ، حَتّٰی یُرِیْحَنَا مِنْ مَکَانِنَا ھٰذَا ، فَیَقُوْلُ : لَسْتُ ھُنَاکُمْ – وَیَذْکُرُ ذَنْبَہٗ ، فَیَسْتَحْیِي – ائْتُوْا نُوْحاً : فَاِنَّہٗ أَوَّلُ رَسُوْلٍ بَعَثَہُ اللّٰہُ اِلیٰ أَھْلِ الْأَرْضِ ، فَیَأْتُوْنَہٗ ، فَیَقُوْلُ:لَسْتُ ھُنَاکُمْ – وَیَذْکُرُ سُؤَالَہٗ رَبَّہٗ مَالَیْسَ لَہٗ بِہٖ عِلْمٌ (۱) ، فَیَسْتَحْیِي – فَیَقُوْلُ :ائْتُوْا خَلِیْلَ الرَّحْمٰنِ(۲) فَیَأْتُوْنَہٗ ، فَیَقُوْلُ: لَسْتُ ھُنَاکُمْ ، ائْتُوْا مُوْسیٰ ، عَبْداً کَلَّمَہُ اللّٰہُ ، وَأَعْطَاہُ التَّوْرَاۃَ ، فَیَأْتُوْنَہٗ ، فَیَقُوْلُ : لَسْتُ ھُنَاکُمْ – وَیَذْکُرُ قَتْلَ النَّفْسِ بِغَیْرِ نَفْسٍ (۳) ، فَیَسْتَحْیِي مِنْ رَّبِّہٖ – فَیَقُوْلُ : ائْتُوْا عِیْسیٰ ، عَبْدَ اللّٰہِ وَرَسُوْلَہٗ ، وَکَلِمَۃَ اللّٰہِ وَرُوْحَہٗ، فَیَأْتُوْنَہٗ ، فَیَقُوْلُ : لَسْتُ ھُنَاکُمْ ، ائْتُوْا مُحَمَّداً –صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ– عَبْداً غَفَرَاللّٰہُ لَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَاتَأَخَّرَ ، فَیَأْتُوْنَنِي ، فَأَنْطَلِقُ حَتّٰی أَسْتَأْذِنَ عَلیٰ رَبِّي فَیُؤْذَنُ . فَاِذَا رَأَیْتُ رَبِّي وَقَعْتُ سَاجِداً ، فَیَدَعُنِي مَاشَاءَ اللّٰہُ ، ثُمَّ یُقَالُ : ارْفَعْ رَأْسَکَ ، وَسَلْ تُعْطَہْ ، وَقُلْ یُسْمَعْ ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ ، فَأَرْفَعُ رَأْسِي ، فَأَحْمَدُہٗ بِتَحْمِیْدٍ یُعَلِّمُنِیْہِ ، ثُمَّ أَشْفَعُ ، فَیَحُدُّ لِي حَدّاً ، فَأُدْخِلُھُمُ الْجَنَّۃَ .ثُمَّ أَعُوْدُ اِلَیْہِ ، فَاِذَا رَأَیْتُ رَبِّي [فَأَقَعُ سَاجِداً] (٤) مِثْلَہٗ ثُمَّ أَشْفَعُ ، فَیَحُدُّ لِي حَدّاً ، فَأُدْخِلُھُمُ الْجَنَّۃَ . ثُمَّ أَعُوْدُ الثَّالِثَۃَ ، ثُمَّ أَعُوْدُ الرَّابِعَۃَ ، فَأَقُوْلُ : مَابَقِيَ فِي النَّارِ اِلَّا مَنْ حَبَسَہُ الْقُرْآنُ (٥)، وَ وَجَبَ

عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ ''.

رواہ البخاري (وکذلك مسلم والترمذيوابن ماجة)۔

وفي رواية اخرى للبخاري زيادة هي:

''قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم : يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ : لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيْرَةً ، ثُمَّ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ : لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً ، ثُمَّ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مَا يَزِنُ مِنَ الْخَيْرِ ذَرَّةً''

---

(۱) اشارة الیٰ مفهوم قوله تعالیٰ: ﴿ ونادیٰ نوح ربه فقال رب ان ابني من اهلي وان وعدك الحق وأنت أحكم الحاكمين ، قال يا نوح انه ليس من اهلك انه عمل غير صالح فلاتسألن ماليس لك به علم ، اني أعظك أن تكون من الجاهلين﴾ هود ۱۱ : ۴۵ – ۴۶۔

(۲) أي ابراهيم عليه السلام ۔

(۳) اشارة الى قتل موسي عليه السلام رجلا من عدوه كان يقتتل مع رجل من شيعته(سورة القصص ۲۸: ۱۵ – ۱۶)

(۱) مابين القوسين مضاف من رواية أخرى للبخاري (كتاب الرقاق : باب صفة الجنة والنار) لتوضيح السياق ، والمعنى أن الرسول صلى اللّٰهعليه وسلم يقع ساجدامسلما صنع من قبل۔

(۲) قال أبوعبداللّٰه البخاري : (الا من حبسه القرآن) يعني قول اللّٰه تعالیٰ ﴿خالدين فيها﴾۔

☆☆☆

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مومن لوگ قیامت کے دن جمع ہوکر کہیں گے۔کیوں نہ ہم کسی سے اپنے رب کے ہاں شفاعت کرائیں! چنانچہ وہ لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اوران سے کہیں گے کہ آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے اورفرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھائے۔لہٰذا آپ اپنے پروردگار کے ہاں ہماری شفاعت کردیجئے تاکہ ہمیں یہاں سے راحت دے۔تو وہ کہیں گے میں اس قابل نہیں ہوں اوراپنا گناہ یاد کرکے شرمندہ ہوں گے۔اور کہیں گے۔''تم لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔وہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے اہل زمین کی طرف

مبعوث کیا۔ چنانچہ وہ لوگ ان کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے کہ میں اس قابل نہیں ہوں اور اپنے اس سوال کا تذکرہ کریں گے جو انہوں نے لاعلمی میں اپنی رب سے کرلیا تھا اور اس پر شرمندہ ہو کر کہیں گے کہ تم خلیل الرحمٰن (ابراہیم) علیہ السلام کے پاس جاؤ چنانچہ وہ لوگ ان کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔ تم لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شرف ہمکلامی عطا فرمایا اور انہیں تورات عطا کی۔ چنانچہ لوگ ان کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے کہ میں اس قابل نہیں اور ایک شخص کو بغیر بدلہ کے قتل کرنے کا ذکر کرکے اپنے رب سے شرمندگی محسوس کریں گے اور کہیں گے کہ تم لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ چنانچہ لوگ ان کے پاس آئیں گے تو کہیں گے کہ میں اس قابل نہیں ہوں تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ اللہ نے ان کی سب اگلی پچھلی تقصیرات معاف کردی ہیں۔ چنانچہ میں اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے جب تک چاہیں گے سجدہ میں پڑا رہنے دیں گے۔ پھر فرمایا جائے گا۔ اپنا سر اٹھایئے اور مانگئے اور آپ کو عطا کیا جائے گا۔ کہئے! آپ کی بات سنی جائے گی۔ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کروں گا جو وہ مجھے سکھائیں گے۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو اللہ تعالیٰ میرے لئے ایک حد مقرر فرمادیں گے تو میں انہیں جنت میں داخل کرادوں گا۔ پھر میں لوٹ کر آؤں گا اور اپنے رب کو دیکھتے ہی اسی طرح سجدہ میں گر جاؤں گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو اللہ تعالیٰ میرے لئے ایک حد مقرر فرمادیں گے اور میں انہیں جنت میں داخل کراکے پھر تیسری مرتبہ لوٹوں گا پھر چوتھی مرتبہ لوٹوں گا پھر میں کہوں گا کہ اب تو جہنم میں وہی رہ گیا ہے جسے قرآن کریم نے روک رکھا ہے اور اس پر دائمی جہنم واجب ہو چکی ہے۔'' (بخاری)

تشریح: یہ طویل اور مبارک حدیث ''شفاعت کبریٰ کی حدیث'' کہلاتی ہے۔ اس میں ایک طرف قیامت کے دن کی ہولناکی اور انسانوں کی کسمپرسی حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام کے خوف اور

گھبراہٹ کو بیان کیا گیا ہے تو دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز اور خصوصی امتیاز کے بیان کے ساتھ تمام بنی نوع انسان کی عمومی طور پر اور اہل ایمان کی خصوصی طور پر تسلی وتشفی اور ڈھارس بندھائی گئی ہے کہ قیامت کے ہولناک دن میں جبکہ ہر شخص نفسا نفسی کے عالم میں ہوگا اور بھائی بہن، ماں باپ، بیٹا بیٹی، خاوند بیوی جیسے قریبی رشتے تو درکنار انبیاء علیہم السلام جیسی اولوالعزم ہستیوں کو بھی کسی کی سفارش کی جرات نہیں ہوگی۔ ایک ہستی سب کا سہارا اور ماویٰ وملجا بن کر سب کو اس مشکل مقام سے نجات دلائے گی اور ان کی شفاعت سے تمام انسانوں کا حساب وکتاب شروع ہوگا۔ اور وہ اپنے رب کی مقرر کردہ حدود کا پاس کرتے ہوئے اہل ایمان کو جہنم سے بچا کر جنت میں داخلہ کی شفاعت فرمائیں گے جو قبول ہوگی اور قرآن کریم کی حق تلفی اور کفر وشرک بناء پر دائمی طور پر مستحقین جہنم کے علاوہ باقی تمام اہل ایمان کی مغفرت اور دخول جنت کا سبب بنے گی۔

دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کے پاس لوگ جائیں گے وہ اللہ رب العزت کے ڈر اور خوف اور اپنی بے بسی کو ان الفاظ سے بیان کریں گے۔ **غضب الیوم ربی غضبا لم یغضب قبله ولا بعده نفسی نفسی۔** اور یہ الفاظ ہر نبی کی زبان پر ہوں گے۔ ''میرے رب آج ایسے غضبناک ہیں کہ نہ اس سے پہلے اتنے غضبناک ہوئے تھے اور نہ ہی بعد میں ہوں گے۔ مجھے تو اپنی پڑی ہوئی ہے کہ میرا کیا بنے گا!؟''۔ چونکہ وہاں بغیر اجازت کوئی شفاعت بھی نہیں کرسکے گا **من ذاالذی یشفع عنده الا باذنه** (کون ہے جو اس کے ہاں بغیر اجازت کے شفاعت کرسکے؟) **یؤمئذ لاتنفع الشفاعة الا من اذن له الرحمن ورضی له قولا** (اس روز اسی کی شفاعت کارآمد ہوگی جسے رحمٰن نے اجازت دی ہوگی اور اس کے بولنے کو پسند کیا ہوگا) چنانچہ عام مؤمنین تو کجا کوئی نبی ورسول بھی شفاعت کی اجازت لینے کے لئے آگے قدم بڑھانے کی جرأت نہیں کرے گا۔ ایسے موقع پر جبکہ لوگ ہر مقام سے مایوس

اور نا امید ہو کر آخری سہارے کے طور پر آپ کے دربار میں درخواست پیش کریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے: انا لھا – انا لھا ۔(میں ہی یہ کام کرسکتا ہوں، میں ہی یہ کام کرسکتا ہوں)۔ اس سے اس روز کی شدت اور ہولنا کی کا اور آپ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دن کی شدت سے ہمیں محفوظ فرمائیں اور اپنے محبوب کی شفاعت سے بہرہ یاب فرمائیں۔

حدیث نمبر ۳۷

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :
"قَالَ اللّٰہُ : أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِيْنَ مَا لاَ عَيْنٌ رَأتْ ، وَلاَ أُذُنٌ سَمِعَتْ ، وَلاَ خَطَرَ عَلیٰ قَلْبِ بَشَرٍ ". فَاقْرَأُوْ اِنْ شِئْتُمْ (١) : ﴿فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾ (٢)

رواه البخاري ومسلم والترمذي وابن ماجة

(١) هذه الجملة (فاقرأوا ان شئتم)من كلام أبي هريرة كماورد فى رواية أخرى للبخارى ۔

(٢) السجدة ٣٢:١٧۔

☆☆☆

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسے انعامات تیار کر رکھے ہیں جنھیں کسی آنکھ نے کبھی دیکھا نہیں کسی کان نے کبھی سنا نہیں اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کا وہم و گمان گزرا''۔ اگر تم چاہو تو پڑھو فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین (کسی کو معلوم تک نہیں کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کی کیا کیا چیزیں مخفی رکھی گئی ہیں)''۔

(بخاری، مسلم ترمذی، ابن ماجہ)

تشریح: اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اعمال صالحہ کرنے والے بندوں کو جو انعامات جنت میں عطا کئے جائیں گے ان کی تفصیلات اس دنیوی زندگی میں دیکھنا یا سننا تو کجا چشم تصور سے ان کے بارے میں فرضی خیال بھی قائم نہیں کیا جاسکتا۔ حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث شریف کی تائید کے طور پر آیت قرآنیہ کی تلاوت کی کہ کوئی شخص جان ہی نہیں سکتا کہ اہل جنت کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیسا آنکھوں کا نور اور دل کا سرور تیار کر رکھا ہے۔

حدیث نمبر ۳۸

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

"لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ ، أَرْسَلَ جِبْرِیْلَ اِلَی الْجَنَّةِ ، فَقَالَ : انْظُرْ اِلَیْهَا ، وَاِلٰی مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِیْهَا . قَالَ: فَرَجَعَ اِلَیْهِ ، قَالَ : فَوَعِزَّتِکَ لَا یَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ اِلَّا دَخَلَهَا . فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالْمَکَارِهِ ، فَقَالَ : ارْجِعْ اِلَیْهَا ، فَانْظُرْ اِلٰی مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِیْهَا ، قَالَ :فَرَجَعَ اِلَیْهَا ، فَاِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالْمَکَارِهِ ، فَرَجَعَ اِلَیْهِ ، فَقَالَ : وَعِزَّتِکَ لَقَدْ خِفْتُ أَنْ لَا یَدْخُلَهَا أَحَدٌ قَالَ : اذْهَبْ اِلَی النَّارِ فَانْظُرْ اِلَیْهَا ، وَاِلٰی مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِیْهَا ، فَاِذَا هِيَ یَرْکَبُ بَعْضُهَا بَعْضاً ، فَرَجَعَ اِلَیْهِ ، فَقَالَ: وَعِزَّتِکَ لَا یَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَیَدْخُلَهَا . فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ ، فَقَالَ: ارْجِعْ اِلَیْهَا ، فَرَجَعَ اِلَیْهَا ، فَقَالَ: وَعِزَّتِکَ لَقَدْ خَشِیْتُ أَنْ لَا یَنْجُوَ مِنْهَا أَحَدٌ اِلَّا دَخَلَهَا".

رواه الترمذي وقال حديث حسن صحيح (وكذلك أبوداود والنسائي)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

"جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو پیدا کیا تو جبرائیل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ جاؤ! جنت کو اور میں نے جنت والوں کے لئے جو انعامات تیار کئے ہیں انہیں دیکھ کر آؤ۔ آپ نے فرمایا کہ وہ گئے۔ انہوں نے اسے اور اہل جنت کے لئے تیار شدہ انعامات کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس آئے اور کہنے لگے! تیری عزت کی قسم! اس کے بارے میں جو بھی سن لے گا وہ اس میں داخل ہوئے بغیر نہیں رہے گا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور اسے تکالیف و ناگواریوں سے ڈھانپ دیا گیا۔ پھر اللہ نے فرمایا! جاؤ! اب جا کر دیکھو جو میں نے اس میں جانے والوں کے لئے تیار کیا ہے۔ وہ لوٹ کر آئے۔ انہوں

نے دیکھا کہ اسے ناگواریوں سے ڈھانپا جاچکا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر آئے اور کہنے لگے: تیری عزت کی قسم! اب تو مجھے خطرہ لگ رہا ہے کہ اس میں کوئی جا ہی نہیں سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جاؤ! جہنم کی طرف۔ اسے دیکھو اور جو میں نے جہنمیوں کے لئے بنایا ہے وہ دیکھ کر آؤ۔ تو وہ تہہ بہ تہہ ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر گئے اور کہنے لگے۔ تیری عزت کی قسم! اس کے بارے میں سننے کے بعد تو کوئی بھی اس میں نہیں جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور اسے خواہشات سے ڈھانپ دیا گیا پھر فرمایا کہ دوبارہ جاؤ۔ تو وہ دوبارہ گئے اور کہنے لگے کہ تیری عزت کی قسم! اب تو مجھے ڈر ہے کہ اس میں جانے سے کوئی بچ ہی نہیں سکے گا۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

تشریح: اس طویل حدیث میں آپ غور کریں تو یہ بات واضح ہوگی کہ جنت میں داخل ہونا اور جہنم سے بچنا انتہائی آسان ہے مگر جنت پر نفس کی مخالفت اور ناپسندیدہ امور کا ڈراونا پردہ پڑا ہوا ہے اور جہنم پر خواہشات نفسانی اور من پسندی کا پرکشش اور جاذب نظر پردہ ہے گویا جنت میں داخل ہونے کے لئے خلاف نفس اور ناگوار امور کے مشکل مرحلہ سے گزرنا پڑتا ہے اور جہنم سے بچنے کے لئے خواہشات نفسانی کو خیر باد کہنا پڑتا ہے۔ مسلمان کی پسند و ناپسند طبعیت کے میلان پر نہیں بلکہ احکام خداوندی اور سنت نبوی کے تابع ہونی چاہیئے۔ ''من چاہی'' زندگی کی پرکشش مگر پرخطر پگڈنڈیاں جہنم کے گڑھے میں گرانے والی ہیں جبکہ ''رب چاہی'' زندگی کی صراط مستقیم جنت کی ایسی وسیع و ناگوار اور خلاف طبع امور کی انجام دہی مشکل ہے اس لئے جنت میں داخلہ بھی مشکل معلوم ہوتا ہے اور پسندیدہ امور اور خواہشات نفسانی سے بچنا مشکل ہے اس لئے جہنم سے بچنا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِي رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ، قَالَ:
"اِحْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ ، فَقَالَتِ النَّارُ : فِیَّ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَكَبِّرُوْنَ .
وَقَالَتِ الْجَنَّةُ : فِیَّ ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَمَسَاكِیْنُهُمْ ، فَقَضَی اللّٰہُ بَیْنَهُمَا :
اِنَّكِ الْجَنَّةُ رَحْمَتِي،أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ ، وَاِنَّكِ النَّارُ عَذَابِي ،
أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ ، وَلِكِلَیْكُمَا عَلَیَّ مِلْؤُهَا ".

رواه مسلم (وكذلك البخاري والترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔
"جنت وجہنم کا باہمی مناظرہ ہوا۔تو جہنم کہنے لگی۔میرے اندر زبردست اور متکبر لوگ ہوں گے اور جنت کہنے لگی کہ میرے اندر ضعفاء اور مساکین ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کے مابین فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا۔"اے جنت تو میری رحمت ہے میں جس پر چاہوں گا تیرے ذریعہ رحمت کروں گا اور اے دوزخ تو میرا عذاب ہے۔میں جسے چاہوں گا تیرے ذریعہ عذاب دوں گا اور تم دونوں کو بھرنا میری ذمہ داری ہے۔" (مسلم، بخاری، ترمذی)

تشریح: اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سخت مزاجی، بڑائی اور تکبر انتہائی خطرناک عادتیں ہیں ان میں مبتلا ہونے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے اور غربت ومسکنت' تواضع وانکساری اچھی صفات ہیں جو انجام کار جنت تک پہنچانے والی ہیں۔جنت اللہ کی صفت رحمت کا مظہر ہے اور جہنم اللہ کی صفت عذاب کا مظہر ہے۔نافرمانوں کو سزا دینے کے لئے جہنم کا قید خانہ استعمال کیا جائے گا اور فرمانبرداروں کی خاطر تواضع کے لئے جنت کا مہمان خانہ استعمال کیا جائے گا اور دونوں کو ان کی تمام تر وسعتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ بھریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم سے محفوظ فرما کر جنت کی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔آمین

حدیث نمبر۴۰

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِي رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ:قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :
”اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ لِأَھْلِ الْجَنَّةِ : یَا أَھْلَ الْجَنَّةِ ، فَیَقُوْلُوْنَ : لَبَّیْکَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْکَ ، وَالْخَیْرُ فِي یَدَیْکَ ، فَیَقُوْلُ : ھَلْ رَضِیْتُمْ ؟ فَیَقُوْلُوْنَ : وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰی یَا رَبِّ ، وَقَدْ أَعْطَیْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَداً مِنْ خَلْقِکَ ، فَیَقُوْلُ :أَلَا أُعْطِیْکُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ ؟ فَیَقُوْلُوْنَ : یَا رَبِّ وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذٰلِکَ ؟ فَیَقُوْلُ : أُحِلُّ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِي ، فَلاَ أَسْخَطُ عَلَیْکُمْ بَعْدَہٗ أَبَداً “.

رواه البخاري (وكذلك مسلم والترمذي)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
”اللہ تعالیٰ جنت والوں سے فرمائیں گے۔اے جنت والو! تو وہ کہیں گے۔” اے ہمارے رب! ہم آپ دربار میں سعادت مندی کے ساتھ باربار حاضر ہیں ہر قسم کی خیر آپ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔” تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔” کیا تم راضی ہو؟” تو وہ کہیں گے۔” اے ہمارے پروردگار! ہم کیوں نہ راضی ہوں حالانکہ آپ نے ہمیں اتنا کچھ عطا کیا کہ اپنی مخلوق میں سے کسی بھی دوسرے کو عطا نہیں کیا!” تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ کیا تمہیں اس بھی بہتر عطا نہ کروں!؟” وہ لوگ کہیں گے۔” اے پروردگار! اس سے بہتر اور کیا چیز ہوسکتی ہے؟” اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔” آج میں اپنی رضا مندی تمہیں عطا کر رہا ہوں اور آج کے بعد تم لوگوں سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔” (بخاری، مسلم، ترمذی)

تشریح: کتاب کی آخری حدیث میں اس نعمت کا تذکرہ ہے جو جنت میں داخل ہونے والوں کو سب سے آخر میں عطا کی جائے گی اور وہ ”رضاءِ الٰہی” کی نعمت ہے۔ حدیث کے الفاظ میں آپ غور کریں کیسے پیار و محبت بھرے انداز میں خطاب کیا جا رہا ہے اور اپنے بندوں کے

جذبات اور شوق کی آگ کس خوبصورتی سے بھڑکائی جارہی ہے اور جو چیز ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں اور ان کے خیالات وتصورات کی پرواز سے بھی بالا ہے وہ انہیں بغیر کسی مطالبہ کے عطا کی جارہی ہے۔قرب خداوندی اور رضاء الٰہی سے افضل دوسری کونسی نعمت ہوسکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضاء وخوشنودی کی دولت سے مالا مال فرمائے۔(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆......☆......☆

مختصر چہل حدیث

عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلیَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْأَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا الَّتِيْ قَالَ عَنْھَا مَنْ حَفِظَھَا مِنْ اُمَّتِيْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ قُلْتُ وَمَا ھِيَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟

قَالَ :

١: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ

٢: وَالْیَوْمِ الْآخِرِ

٣: وَالْمَلٰئِکَۃِ

٤: وَالْکُتُبِ

٥: وَالنَّبِیِّیْنَ

٦: وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

٧: وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالیٰ

٨: وَأَنْ تَشْھَدَ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ

٩: وَتُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ بِوُضُوْءٍ سَابِغٍ کَامِلٍ لِوَقْتِھَا

١٠: وَتُؤْتِي الزَّکٰوۃَ

١١: وَتَصُوْمَ رَمْضَانَ

١٢: وَتَحُجَّ الْبَیْتَ اِنْ کَانَ لَکَ مَالٌ

١٣: وَتُصَلِّیَ اثْنَتٰی عَشَرَۃَ رَکْعَۃً فِيْ کُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ

١٤: وَالْوِتْرَ لَا تَتْرُکْہُ فِيْ کُلِّ لَیْلَۃٍ

١٥: وَلَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ شَیْئًا

١٦: وَلَا تَعُقَّ وَالِدَیْکَ

١٧: وَلاَ تَأْكُلُ مَالَ الْيَتِيمِ ظُلْماً

١٨: وَلاَ تَشْرِبَ الْخَمَرَ

١٩: وَلاَ تَزِنَ

٢٠: وَلاَ تَحْلِفُ بِاللهِ كَاذِباً

٢١: وَلاَ تَشْهَدُ شَهَادَةَ زُوْرٍ

٢٢: وَلاَ تَعْمَلُ بِالْهَوىٰ

٢٣: وَلاَ تَغْتَبُ أَخَاكَ الْمُسْلِمَ

٢٤: وَلاَ تَقْذِفِ الْمُحْصَنَةِ

٢٥: وَلاَ تَغُلَّ أَخَاكَ الْمُسْلِمَ

٢٦: وَلاَ تَلْعَبُ

٢٧: وَلاَ تَلْهَ مَعَ اللاَّهِيْنَ

٢٨: وَلاَ تَقُلْ لِلْقَصِيْرِ "يَاقَصِيْرُ"، تُرِيْدُ بِذَالِكَ عَيْبَهُ

٢٩: وَلاَ تَسْخَرُ بِأَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ تُرِيْدُ بِذَالِكَ عَيْبَهُ

٣٠: وَلاَ تَمْشِ بِالنَّمِيْمَةِ بَيْنَ الْاَخَوَيْنِ

٣١: وَاشْكُرِاللهَ تَعَالىٰ عَلىٰ نِعْمَتِهِ

٣٢: وَاصْبِرُ عَلَى الْبَلاَءِ وَالْمُصِيْبَةِ

٣٣: وَلاَ تَأْمَنُ مِنْ عِقَابِ اللهِ

٣٤: وَلاَ تَقْطَعُ مِنْ اَقْرِبَائِكَ

٣٥: وَصِلْهُمْ

٣٦: وَلاَ تَلْعَنُ أَحَداً مِّنْ خَلْقِ اللهِ

۳۷: وَأَكْثِرْ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّهْلِيلِ

۳۸: وَلاَ تَدَعْ حُضُورَ الْجُمُعَةِ وَالْعِيدَيْنِ

۳۹: وَاعْلَمْ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ وَمَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ

۴۰: وَلاَ تَدَعْ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عَلىٰ كُلِّ حَالٍ

(ابن عساکر، ابن منده ، ابن بابویه ، الرافعی)

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چالیس احادیث کے بارے میں دریافت کیا جن کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ میری امت کا جو فرد انہیں یاد کرلے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

میں نے پوچھا یارسول اللہ وہ کونسی ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔

(۱) تم اللہ پر ایمان لاؤ (۲) آخرت کے دن پر ایمان لاؤ (۳) فرشتوں پر ایمان لاؤ (۴) آسمانی کتابوں پر ایمان لاؤ (۵) نبیوں پر ایمان لاؤ (۶) مرنے کے بعد زندہ ہونے پر ایمان لاؤ (۷) تقدیر پر ایمان لاؤ کہ اچھی اور بری سب اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے (۸) اوراس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (۹) اچھی طرح مکمل وضو کرکے ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کرو (۱۰) زکوۃ ادا کرو (۱۱) رمضان کے روزے رکھو (۱۲) اوراگر مالی گنجائش تمہارے پاس ہو تو حج بیت اللہ کرو (۱۳) روزانہ بارہ رکعت (سنت مؤکدہ) ادا کرو (۱۴) کسی رات میں وتر کی نماز نہ چھوڑو (۱۵) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو (۱۶) اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرو (۱۷) یتیم کا مال ظلماً نہ کھاؤ (۱۸) شراب نہ پیئو (۱۹) زنا کا ارتکاب نہ کرو (۲۰) اللہ کے نام کی جھوٹی قسم نہ کھاؤ (۲۱) جھوٹی گواہی نہ دو (۲۲) نفسانی خواہش پر عمل نہ کرو

(۲۳) اپنے مسلمان بھائی کی غیبت نہ کرو (۲۴) پاکباز شخص پر الزام نہ لگاؤ (۲۵) اپنے

مسلمان بھائی کے ساتھ دھوکہ نہ کرو (۲۶) لہوولعب میں مشغول نہ ہو (۲۷) کھیل کود میں لگنے والوں کے ساتھ نہ رہا کرو (۲۸) کسی چھوٹے قد والے کو حقارت سے ٹھگنا کہہ کر نہ پکارو (۲۹) کسی انسان کے ساتھ گھٹیا قسم کا مذاق نہ کرو (۳۰) دو مسلمان بھائیوں میں چغل خوری نہ کرو (۳۱) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کرو (۳۲) مصیبت و تکلیف پر صبر کیا کرو (۳۳) اللہ کے عذاب سے غافل نہ ہو (۳۴) رشتہ داروں سے قطع رحمی نہ کرو (۳۵) ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو (۳۶) اللہ کی مخلوقات میں کسی پر لعنت نہ کرو

(۳۷) سبحان اللہ' اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ کثرت سے پڑھا کرو (۳۸) جمعہ اور عیدین کی جماعت کبھی نہ چھوڑو (۳۹) اس بات کا یقین رکھو کہ جو تمہیں مل گیا ہے وہ تمہیں اللہ کی طرف سے ملنا ہی تھا اور جو تمہیں نہیں ملا وہ تمہیں اللہ کی طرف سے ملنا ہی نہ تھا (۴۰) کسی بھی حالت میں تلاوت قرآن نہ چھوڑو۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جو شخص اسے یاد کرے اسے کیا ملے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کا حشر انبیاء اور علماء کے ساتھ فرمائیں گے۔

نوٹ: حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے اس چہل حدیث کو اپنی کتاب فضائل قرآن کے آخر میں ذکر کیا ہے۔

... The End of the Book ...

پیشکش: ابوزبیر

[www_alkalam_pk@yahoo.com]